قسط 4

دونوں ہاتھوں کو چہرے پر رکھے وہ رونے لگی۔۔ہچکیوں سے ، سسکیوں سے۔۔

آواز بس اتنی تھی جو کمرے کے دروازے تک بھی مشکل سے جاتی تھی۔

وہ روتی گئی۔

تقریباً پندرہ منٹ بعد اچانک سے موبائل کی چنگارتی ہوئی آواز اسے سنائی دی۔

ایک دم ڈر کے اس نے چہرے سے ہاتھ ہٹائے، چہرہ پورا آنسوؤں سے بھرا تھا۔

نظروں کا رخ بیڈ پر پڑے موبائل پہ گیا تو وہ ساکت ہوئی۔

خوشخبری

اگر آپ لکھ سکتے ہیں اور اپنے اندر کے لکھاری کو باہر لانا چاہتے ہیں

تو لکھاری آن لائن میگزین آپ کو اپنی صلاحیتوں کو نکھارنے کے لئے بہت اچھا

پلیٹ فارم فراہم کرتا ہے۔ لکھاری آن لائن میگزین کا حصہ بنئے اور آج ہی اپنی

تحریر (افسانہ، ناول، ناولٹ، کالم، مضامین، شاعری) اردو میں ٹائپ کر کے

ہمیں بھیجیں۔ آپ کی کوئی بھی تحریر ضائع نہیں کی جائے گی اور ایک ہفتے کے اندر

ہمارے سب ویب بلاگز (ویب سائٹس) اور سوشل میڈیا گروپس اور پیجز پر

پبلش کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے ابھی رابطہ کریں۔

Wats app No :- 03335586927

Email address :- aatish2kx@gmail.com

Facebook ID :- www.facebook.com/aatish2k11

Facebook Group :- FAMOUS URDU NOVELS AND DIGEST

SEARCH AND REQUEST FOR NOVELS, NOVELS DISCUESSION

بنا موبائل سے نظریں ہٹائے وہ بیڈ سے نیچے اتری۔سارا جسم سن ہو رہا تھا۔۔

کال خود ہی کٹ گئی۔

پھر دوبارہ سے آنے لگی۔

سبیکا موبائل پہ نظریں جمائے اپنے قدم پیچھے لینے لگی۔

ٹانگیں خوف سے کانپ رہی تھیں۔

چہرہ مسلسل سفید پڑ رہا تھا۔۔نظریں ہنوز موبائل پر موجود تھیں۔

پھر وہ دیوار سے ٹکرائی اور زمین پر بیٹھتی چلی گئی۔کال ایک بار پھر سے کٹ گئی تھی۔

"تابش مرزا سبیکا افراز کی زندگی میں ایک دفعہ پھر سے آچکا تھا۔۔اور سبیکا افراز کو لگ رہا تھا موت اب اس سے کچھ فاصلے پہ کھڑی ہے۔۔"

بنگلے کے پیچھے، لان کے آخر میں، جنگل کے شروع میں کھڑی وہ پسندیدہ نظروں سے ادھر دیکھ رہی تھی۔

اگر ہم اس کے ساتھ کھڑے ہوکر رخ سامنے کی طرف موڑیں تو ہمیں بھی وہی نظر آتا ہے جو جیانہ کی پسندیدگی کی وجہ بنا ہے۔

جنگل شروع ہوتے ہی جب تھوڑا سا اندر جھانکیں تو ہمیں اونچے لمبے درختوں کے بیچ ایک رستہ دیکھائی دیتا ہے۔

درخت دونوں طرف کسی دیوار کی طرح نظر آتے تھے ان کی ٹہنیاں اوپر جاکر آپس میں مل کے چھت بنا دیتی ہیں۔

لکڑی کا چھوٹا سا دروازہ جو تقریباً چار فٹ کا تھا وہ اس راستے کے شروع میں آتا تھا۔

وہاں کچھ لکھا تھا کیا لکھا تھا وہ سمجھنے سے قاصر تھی۔

" کیسی لگی پھر یہ جگہ ؟ " خاقان دروازہ کھول کے اندر داخل ہوتے ہوئے بولا۔

رف سی شرٹ کے ساتھ ٹراؤزر پہنے وہ آگے قدم اٹھارہا تھا۔جیانہ اس کے پیچھے تھی۔

"آغاز تو خوبصورت ہے لیکن بات ساری اختتام کی ہوتی ہے۔۔" بے نیازی سے کندھے اچکائے۔

وہ بھورے رنگ کے گاؤن میں ملبوس تھی جس میں سورج مکھی کی پھول بنے بہت پیارے لگ رہے تھے۔۔

" رزین بھائی کی پسند سب سے الگ ہے بھئ، ان کی پسند تمہیں کبھی نا پسند نہیں ہوسکتی۔"اس نے بھی مسکرا کر کہا۔

سبز روش پہ چلتے ہوئے وہ جنگل کے کافی اندر آچکے تھے۔۔پانچ منٹ لگے تھے انہیں وہاں تک پہنچتے ہوئے۔۔۔

" واؤ " جیانہ کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔۔

آنکھیں اس قدر خوبصورت منظر پر جگمگا اٹھی تھیں۔

اگر ہم دیکھیں سامنے تو ہم بھی تعریف کیے بنا نہیں رہ سکتے اس جگہ کی جس کو دیکھتے ہی جیانہ استبشار کے منہ سے بے ساختہ واؤ نکلا تھا۔

جیسے ہی روش ختم ہوتی تھی وہاں اندر کافی بڑی جگہ بنائی گئ تھی۔

بائیں طرف صاف شفاف پانی کا تالاب تھا۔اس کے ساتھ ہی ایک گول، بڑی سی میز لکڑی کی اور پھر لکڑی کی ہی چار کرسیاں۔

دائیں طرف جھولا لگایا گیا تھا، اور بالکل سامنے ایک گھر

دو منزلہ وہ لکڑی کا گھر تھا۔بہت بڑا نہیں تھا چھوٹا سا تھا۔

سارا کا سارا لکڑی کا گھر ، نہ کہیں لوہا تھا نہ ٹین۔۔

گھر کے باہر چھوٹی سی راہداری دونوں طرف بنائی گئی تھی اور ان کے باہر پھر ایک لکڑی کا جنگلہ۔

جبکہ اوپر والی منزل میں سامنے کی طرف صرف دو کھڑکیاں نظر آتی تھیں باقی کچھ بھی نہیں۔۔

اوپری منزل کا راستہ یا تو گھر کے پیچھے سے تھا یا پھر اندر سے۔۔

وہ مسمائز سی اس جگہ کو دیکھ رہی تھی۔۔

چہرے پہ کچھ تھا یا آنکھوں میں سمجھ نہیں آتا تھا۔۔

کوئی چیز جو اسے دیکھتے ہی کھٹکے۔۔

آس پاس جنگل اوپر کھلا آسمان اور نیچے یہ قدیم زمانے کا دیکھائی دیتا گھر۔۔

خاقان بھی خاموشی سے ارد گرد دیکھ رہا تھا۔۔اس جگہ ہزار دفعہ آنے کے باوجود وہ آپنے آپ کو اس جگہ کے سحر سے آزاد نہ کر پاتا تھا۔۔

جبکہ جیانہ تو گنگ ہوگئ تھی۔۔

ساری زمین سبز رنگ کی مصنوعی گھاس جیسی قالین سے چھپی پڑی تھی۔۔

"تمہارے کزن قدیم زمانے میں ، افسانوی زندگی میں یا پھر جادوئی دنیا میں رہتے ہیں؟ " کچھ منٹوں بعد خاقان نے جیانہ کو کہتے سنا۔

" حقیقت میں۔رزین بھائی حقیقت میں رہتے ہیں۔۔ان سے زیادہ حقیقت پسند میں نے آج تک کوئی نہیں دیکھا۔"

خاقان نے سنجیدگی سے کہا۔اب اس کی نظریں جیانہ پر تھیں۔۔

"حقیقت اتنی جادوئی تو نہیں ہوتی" وہ ابھی تک اس جگہ کے سحر میں تھی۔۔

" ان کا کہنا ہے حقیقت جادوئی لگتی نہیں ہے لیکن ہوتی جادوئی ہے۔۔"وہ گہرا سانس لیتا واپسی کی طرف اپنے قدم موڑنے لگا۔۔

اس سے زیادہ یہاں رکنے کی اجازت نہیں تھی

" وہ گھر کے اوپر کیا لکھا ہے۔بلکہ کس زبان میں لکھا ہے ، داخلی دروازے پر بھی لکھا تھا ؟ " جیانہ نے اپنی نظریں گھر کے سب سے اوپر لگی تختی کی طرف موڑیں

" مجھے نہیں پتا کیا لکھا ہے اور یہ کونسی زبان ہے"

رزین بھائی فون یا کچھ ایسا یہاں لانے نہیں دیتے کہ میں پتا کرسکوں کہ کیا لکھا ہے۔۔داخلی دروازے پر بھی لکھا نہیں آتا سمجھ۔۔جب میں ان سے پوچھتا ہوں تو وہ ٹال دیتے ہیں، یہاں اکیلے آنے بھی نہیں دیتے اور نہ ہی اس گھر کے اندر جانے کی کسی کو اجازت ہے۔۔گھر اندر سے میں نے بھی نہیں دیکھا۔"خاقان اب باہر کی طرف جارہا تھا، ساتھ تفصیل سے اسے بھی جواب دیا۔

جیانہ نے بھی اپنے قدم واپسی کے راستے پر موڑے۔

" لکڑی کا دروازہ ہے۔کوئی آسانی سے یہاں پہنچ سکتا ہے اور گھر میں بھی جاسکتا ہے۔۔ان کی اجازت کے بنا بھی" سنہرے بالوں کی پونی کو صحیح کرتے ہوئے بولی جو ڈھیلی ہوگئی تھی۔

" میرے ، راشق بھائی اور رزین بھائی کے علاوہ پہلی تم ہو جو اس جگہ آئی ہو۔ورنہ ہم چاروں (راشق ، خاقان ،عشان اور بریرہ) کے علاوہ کسی کو بھی اجازت نہیں ہے یہاں آنے کی۔۔ملازموں کو بھی نہیں۔"خاقان نے اسے تفصیل بتائی۔

" عشان اور مسز بریرہ کو ایک دفعہ دیکھ لینی چاہیئے یہ جگہ۔خیر اگر اجازت نہیں ہے تو کیا تم چوری چھپے مجھے وہ جگہ دکھا آئے ہو؟" شرارت سے پوچھتے وہ لان میں رکھی ہوئی کرسیوں کی طرف آئی۔

خاقان پیچھے رہ گیا تھا۔۔

"میری یہ مجال؟؟ ان سے پوچھا تو انہوں نے پورے تین بعد کہا دکھا آؤ" خاقان نے کانوں کو ہاتھ لگایا اور اس کے سامنے کرسی پہ ٹک گیا۔

" یہ گھر میں کوئی پارٹی ہے کیا ؟" بات کا رخ موڑتے ہوئے جیانہ نے کہا۔۔وہ رزین کا زکر اچانک کرتی تھی اور پھر اچانک گفتگو کا رخ ایسے موڑتی کہ رزین دوبارہ گفتگو کا حصہ نہیں بن پاتا تھا۔

" ہاں ہفتے کو ہے۔تم سے کس نے کہا؟" خاقان نے پوچھا۔

"ملازمین ایک دوسرے سے ذکر کررہے تھے تو میرے کان میں بھی آواز پڑی۔۔خیر پارٹی ہے کس وجہ سے ؟" اس نے بے نیازی سے کندھے اچکائے۔

وہ تجسس کا شکار نہیں ہوتی تھی۔۔اور ہر طرح کے حالات میں بے نیازی اس کی خاصہ تھی۔

وہ حد سے زیادہ بے نیاز تھی یا پھر ظاہر کرتی خود کو ایسا۔۔خاقان نے یہی اندازہ لگایا تھا اسے دیکھ کر ہمیشہ۔

" ہم ایلیٹ کلاس سے تعلق رکھتے ہیں جیانہ صاحبہ ، اور ایلیٹ کلاس کے لوگوں کو ایک نشہ ہوتا ہے۔ پوچھو کس چیز کا ؟" شرارت سے مسکراتے ہوئے وہ اسے دیکھ رہا تھا "کس چیز کا ؟" جیانہ نے اس کے انداز پر مسکراہٹ دبائے کہا۔

"پارٹیوں کا۔۔انہیں بس اشارہ چاہیئے ہوتا ہے۔یہاں کوئی اشارہ ملا وہاں پارٹی کا انتظام ہوگیا,وجہ ہو یا نہ ہو"وہ کہہ کر ہنسا

"تو اس بار ایلیٹ کلاس کے خاقان صاحب کے گھرانے کو کیا اشارہ ملا ہے ؟" وہ بھی ہنسی ، وہ ہنستی تھی تو موسم یکدم خوش گوار ہوجاتا تھا اور موڈ بھی

" بھئی اس بار تو وجہ موجود ہے اشارے کی ضرورت نہیں پڑی۔بلکہ دو وجوہات۔۔پہلی میں چار ماہ بعد گھر آیا ہوں۔اور اب اپنی پریکٹیکل لائف میں قدم رکھنے والا ہوں اس سے پہلے مجھے ذرا فریش ہونے کی ضرورت ہے۔اور دوسری وجہ یہ ہے کہ رزین بھائی جس کام کے لیے لندن گئے تھے وہ ہوگیا ہے ان کی کمپنی کو بہت بڑا کانٹریکٹ

ملا ہے۔۔"تفصیل سے بتایا

"اوہ۔تو پارٹی بہت بڑے پیمانے پر ہورہی ہے ؟" اس نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں، کل شاپنگ پہ چلیں"؟ خاقان نے اچانک پوچھا۔۔

"میں بھی سوچ رہی تھی اسی بارے میں۔۔"پھر وہ چونکی۔۔

"تھیم پارٹی ہے ؟"

"ہاں، ہمارے گھر جتنی پارٹیز بھی ہوتی ہیں زیادہ تر تھیم پارٹیز ہوتی ہیں۔۔نو کومنٹس" وہ ہلکا سا مسکرایا

وہ مسکراتے ہوئے اچھا لگتا تھا۔وہ مسکراتا ہوا ایسا لگتا تھا جیسے کوئی بچہ شرارت کرنے کے بعد ڈانٹ سے بچ جانے کے صورت میں مسکراتا تھا، معصومیت سے۔

" کلر ؟" وہ بھی مسکرا دی۔۔کوئی خاقان کے ساتھ بیٹھا ہو اور اس کا موڈ خوشگوار نہ ہو یہ نا ممکن تھا۔ موڈ اگر خوشگور نہ بھی ہوتا تو وہ بنا دیتا تھا۔۔

"بلیک" وہ خوشی سے بولا۔بلیک اس کا فیورٹ کلر تھا

اچانک اس کی نظر لان کے دوسرے کونے میں درخت کے نیچے بیٹھے عشان پہ پڑی۔۔

سبز رنگ کی ڈھیلی سی شرٹ کے ساتھ ٹراؤزر پہنے وہ زمین پر بیٹھا کچھ کررہا تھا لیکن کر کیا رہا تھا دور سے اندازہ لگانا مشکل تھا۔۔

اس کے پاس بہت ساری چیزیں پھیلی ہوئی نظر آتی تھیں۔جن میں شاپر واضح دیکھائی دیتے تھے۔

اس کا نیم رخ ادھر سے نظر آتا تھا۔۔

خاقان نے فون جیب سے نکالا۔۔وہ آج کل کچھ مصروف ہوتا تھا فون پر جانے کیا کرتا تھا۔۔

"عشان کس طرح کا بچہ ہے ؟" جیانہ نے اس کی جانب اشارہ کرکے پوچھا۔خاقان نے بھی نظروں کا رخ اس کی طرف موڑا۔۔

وہ پوچھنا چاہتی تھی وہ کیا کررہا ہے لیکن یونہی منہ سے یہ سوال نکل گیا تھا۔

" ویل پہلی بات تو یہ کہ وہ خود کو بچہ کہلوانا پسند نہیں کرتا جب وہ کوئی کام کررہا ہو، خیر اب تو بالغ ہے تو بچہ بالکل بھی نہ کہنا اسے " خاقان نے ہنستے ہوئے کہا۔۔۔دونوں کی نظریں اسی پر رکی تھیں

"دوسری بات، عشان عام بچوں سے مختلف ہے"

" وہ کیسے ؟ کیا وہ حد درجہ سنجیدہ رہتا ہے یا بچپن میں ہی بزنس کرنا شروع کر گیا ہے جیسے آج کل ڈراموں دیکھایا جاتاہے ، یا پھر اسے ماضی اور مستقبل دکھتا ہے ؟ یا سچے خواب آتے ہیں۔۔یا پھر اس کا آئی کیو 200 ہے ؟ " جیانہ نے طنزیہ مسکراہٹ سے پوچھا۔۔

خاقان نے مسکراہٹ دبائی اسے جیانہ کا طنز برا نہیں لگا تھا بلکہ ہنسی آئی تھی۔۔

" ان میں سے کچھ بھی نہیں۔لیکن عشان الگ سا ہے۔

وہ ایک ایکٹیو بچہ ہے۔۔اسے خوش رہنے کے لیے دوسروں پر انحصار کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔وہ نارمل بچوں کی طرح مل جل کر نہیں کھیلتا ، اگر کھیلے گا بھی تو کسی نہ کسی کا سر پھاڑ کے آجائے گا۔ پورے محلے میں صرف انسان ہی نہیں بلکہ جانور تک اس سے تنگ ہیں۔۔وہ اس کو پہچانتے ہیں۔کتے کو تو چھوڑو مرغ تک اسے کاٹنے کو دوڑتے ہیں۔۔وہ ڈراموں کا شوقین نہیں ہے ہاں البتہ ہارر موویز یا ڈراماز دیکھانا اسے پسند ہیں بعد میں ڈرنا اس کی عادتوں میں سے ایک ہے۔وہ PUBG سے اوبسسیڈ ہے اسے جنون کی حد تک وہ پسند ہے۔۔اور باقی ساری گیمز بھی۔وہ یوٹیوب پر فلمز یا اداکاروں کے لائف سٹائل نہیں دیکھتا بلکہ دنیا کی جان کاری کی ویڈیوز دیکھتا ہے۔۔

مثلاً مختلف ممالک کس وجہ مشہور ہیں ، ان کے دارالحکومت کا کیا نام ہے ، مختلف ممالک میں کس طرح کے ، یا کتنے انوکھے لوگ رہتے ہیں۔۔وغیرہ وغیرہ۔۔

اسے ہیکنگ پسند ہے ، سب سے پہلے ہیکنگ کرنا گیمنگ سے شروع کیا۔۔وہ اس کی پہلی کوشش تھی۔ پھر وہ آہستہ آہستہ ہیکنگ سیکھتا گیا۔۔۔ابھی اسے نہیں آتی صحیح سے پر وہ کوشش کرتا رہتا ہے۔۔ جس میں کافی بہتری آچکی ہے۔۔اس کے علاوہ اس کا ذہن ماشاءاللہ سے بہت تیز ہے۔۔اس کے پرسنٹیج کبھی نانٹی ٹو سے کم نہیں ہوئی۔۔اور ہر سرگرمی میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا ہے۔

میں اکثر اس سے کہتا ہوں تم اپنا آئی کیو لیول چیک کرواؤ

تو ہنس دیتا۔۔"خاقان نے ہنستے ہوئے بتایا۔وہ بولا تو بولتا گیا۔۔

چہرے پہ چمک بتارہی تھی کہ وہ اپنے اکلوتے بھتیجے سے کس قدر محبت کرتا ہے۔۔

"اس میں کچھ خاص تو نہیں۔ہے۔۔"جیانہ نے کندھے اچکائے۔۔۔یہ چیزیں عام سی تھیں۔۔

"یہی تو یہ بہت عام چیزیں ہیں۔اور یہی عام چیزیں عشان کو خاص بناتی ہیں۔۔

تمہیں پتا ہے ہمارے گھر میں کوئی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں بندروں کی طرح لٹکتے ہوئے وہ گرا نہ ہو۔یا پھر لاہور میں ایسی کوئی جگہ نہیں ہے جہاں کوئی درخت ہو اور وہ جنگلی بلے کی طرح اس درخت پہ چڑھا نہ ہو۔

جب وہ خاموش ہوتا ہے تو سکون ہوتا ہے جب وہ بولتا ہے تب بھی سکون ہوتا ہے۔۔جب وہ مصروف ہوتا اپنے کام میں تب بھی سکون ہوتا ہے۔لیکن ؟ وہ رکا

" لیکن " جیانہ بے ساختہ بولی

" جب عشان بور ہوتا ہے یا بیزار ہوتا ہے تب گھر کا سکون ختم ہوجاتا ہے۔۔پھر گھر کو چڑیا گھر یا کوئی دنگل کا میدان بننے سے کوئی نہیں روک سکتا۔" محفوظ سے انداز میں وہ بولا۔۔

"ابھی وہ کیا کررہا ہے ؟ " جیانہ نے پوچھا۔۔وہ دور تھا تو صحیح سے نظر نہیں آتا تھا وہ کیا کررہا ہے۔

" آؤ دیکھتے ہیں " وہ اٹھ کھڑا ہوا۔۔جیانہ بھی۔اسے اندر جانا تھا ایک نظر اسے دیکھ کر وہ اندر چلی جائے گی۔

دونوں ساتھ قدم اٹھاتے ہوئے اس کی طرف بڑھے

سہ جو اپنے کام میں مشغول تھا چونک کے قریب آتے قدموں کی آواز پر چہرہ اٹھایا۔۔۔درخت کی وجہ سے وہ چھاؤں میں تھا جبکہ خاقان اور جیانہ سورج کی طرف پشت کیے اس کی طرف بڑھ رہے تھے۔

"ہے شانی ؟ کیا کررہے ہو ؟" اس کے بال بکھیرتا خاقان اس کے ساتھ ہی نیچے بیٹھ گیا جبکہ جیانہ کھڑی رہی۔۔

اس کی نظریں عشان کے پاس پڑی چیزوں پر گئیں۔۔

شاپر ، بڑا اور موٹا دھاگہ ، قینچی گھاس کی لمبے مگر پتلے تنکے۔۔ہر چیز بے ترتیبی سے پڑی تھی۔۔

" دونٹ ڈو دز یار ، میرے بالوں کو مت ہاتھ لگایا کریں چاچو" وہ خفگی سے بولا۔۔

"اور میں پتنگ بنارہا تھا۔۔" نظروں سے دائیں جانب رکھے پتنگ کی طرف اشارہ کیا

" ٹیوشن پڑھانے ٹیچر نہیں آئیں جو تم اس وقت یہ کام کررہے ہو۔؟" پتنگ کو الٹ پلٹ کرکے دیکھتے ہوئے خاقان نے پوچھا۔۔

"ان کے گھر مہمان آرہے ہیں جس وجہ سے چھٹی۔۔" ہنستے ہوئے بتایا جیانہ کی نظر اس کے چہرے پہ گئی۔

وہ چونکی بری طرح۔

نظر عشان کے دونوں گالوں پر پڑنے والے گڑھوں پہ تھی۔

وہ اس وقت گاڑی میں بیٹھا کسی سوچ میں گم تھا۔۔

آگے بیٹھے ڈرائیور نے اپنے مالک کا سوچ میں گم چہرہ دیکھا۔۔وہ آج اپنے لیپ ٹاپ پہ کام نہیں کر رہا تھا بلکہ کسی سوچ میں گم تھا ورنہ عموماً وہ گاڑی میں بھی لیپ ٹاپ پہ لگا رہتا تھا۔

ایک جگہ ڈرائیور نے گاڑی روکی۔۔اور پھر باہر نکل گیا۔۔

رزین نے نظریں ڈرائیور پر مرکوز کیں۔۔جو چلتے ہوئے ڈھابے والے کے پاس گیا تھا۔

وہ آفس جاتا یا گھر یا کہیں اور دن میں دو دفعہ وہ رک کر کسی نا کسی دھابے یا چھوٹے موٹے ریفریشمنٹ پر چائے ضرور پیتا۔۔پھر چاہے شہر کوئی سا بھی ہوتا۔۔جب تک اس کی چائے بنتی ڈرائیور ڈھابے والے کے سر پر کھڑا رہتا۔

وہ مخصوص قسم کی چائے پیتا تھا۔۔

چینی بالکل مقدار میں جبکہ پتی اور دودھ تیز۔مزید اضافہ الائچی کا ہوتا۔۔

ڈھابے والے لوگ اب اس بڑی سی گاڑی کو پہچاننے لگے تھے۔۔

کچھ سوچتے ہوئے اس نے فون نکالا اور کوئی نمبر ملایا۔۔

" السلام و علیکم۔۔رزین بات کررہا ہوں۔۔"دوسری طرف سے کچھ کہا گیا جس وجہ سے اکتاہٹ ظاہر ہوئی اس کے چہرے پر۔۔

"تین دن ہیں تمہارے پاس معاز اور ان تین دنوں میں مجھے ہر چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی بڑی ڈیٹیلز چاہیئے" اس نے سیٹ کے ساتھ سر ٹکا کر آنکھیں بند کر دیں۔

"جیانہ استبشار۔۔۔آئیں بیلجیم سے ہیں۔

پچھلے دو ہفتوں سے ہمارے گھر بطور مہمان رہ رہی ہیں۔۔"رزین خاموش ہوگیا اسے پتا تھا اس سے زیادہ مقابل کو تفصیل کی ضرورت نہیں تھی۔۔

" آدھی رقم آج بھیجوں گا اور آدھی کام ہونے کے بعد۔اللہ حافظ۔۔"کہتے ساتھ ہی کھٹاک سے فون بند کردیا۔

جیانہ استبشار میں کچھ پر اسرار سا تھا جو رزین کی سمجھ سے بالاتر تھا۔

آخر کون تھی یہ جیانہ۔۔۔۔

" سر آپ کی چائے۔۔"ڈرائیور کی آواز آئی تو اس نے آنکھیں کھولیں۔۔آگے ہو کر بیٹھا اور کپ اس کے ہاتھ سے لیا۔

(سفید رنگ کا بڑا سا کپ۔

جس پر سبز رنگ سے کچھ لکھا گیا تھا۔لیکن لکھا کیا تھا یہ ڈرائیور کو نہیں پتا تھا۔۔وہ عجیب سی زبان تھی۔

" امیر لوگوں کی طرح ان کی زبانیں بھی بہت عجیب ہوتی ہیں۔"اس نے سوچا۔۔)

وہ چائے بیشک جہاں پیتا لیکن پیتا اپنے کپ میں ہی تھا۔

اس کے فون کی طرح اس کا کپ بھی ہمیشہ ساتھ رہتا تھا۔۔

جیسے ہی راعنہ گھر سے باہر نکلی سارے ملازموں نے شکر کیا اور اپنے کاموں میں مصروف ہوگئے۔۔

وہ چلتی پھرتی ایٹم بمب تھی جو اتنی آسانی سے پھٹتی تھی کہ آواز بھی نہیں آتی تھی اور سب کچھ تباہ بھی کردیتی تھی۔

وہ چلتی ہوئی چوکیدار کے پاس آئی۔

چوکیدار نے اسے اپنے پاس آتا دیکھا تو اپنا سر پیٹ لیا۔۔

وہ یہاں نیا تھا۔۔لیکن ملازموں سے سن رکھا تھا کہ جس دن راعنہ میم تمہارے پاس خود اپنے پاؤں پر چل کر آئیں تو اس دن سمجھ جانا تمہاری واٹ پکی ہے۔

"گڈ مارننگ جے ، کیسے ہو تم ؟" وہ مسکرا کے پوچھ رہی تھی۔۔۔وہ عمر میں کافی بڑا تھا اس سے پر وہ راعنہ ہی کیا جو کسی کو عزت دے۔

" گڈ مارننگ میم ، میں ٹھیک ہوں۔آپ کیسی ہیں ؟" مروتا مسکرا کر پوچھا۔

ورنہ آج اسے پتا تھا اس کی شامت پکی ہے۔

اب غلطی کیا تھی یہ کچھ دیر میں پتا چل جانا تھا۔

" میں ؟ " انگلی سے اپنی طرف اشارہ کیا۔۔

" میں نک چڑھی ، بدتمیز اور جاہل ہوں۔۔میں چڑیا گھر میں رہنے والی کوئی جانور ہوں جو روز صبح اٹھ کے شور مچاتی ہوں۔۔ساتھ میں انتہائی کوئی بگڑی ہوئی امیر زادی ہوں" آنکھیں جھپک جھپک کے سادگی سے کہا۔

جبکہ جے کہ چہرے پر سے زبردستی کی مسکراہٹ غائب ہوئی۔بوکھلاہٹ نے چہرے کا رخ کیا۔

" وہ میم۔۔۔۔"اس نے کچھ کہنا چاہا۔

" میں راعنہ ڈیوڈ ہوں جے۔۔میری پرسکون زندگی سے کبھی نہیں بنی اور نہ ہی مجھے پر سکون زندگی راس آتی ہے۔

"لیکن" وہ سادگی سے کہتے ہوئے رکی۔

اس کی آواز نہ سخت تھی نہ لہجہ گستخانہ۔وہ بالکل نارمل بات کررہی تھی۔

" لیکن چونکہ ابھی میں پیدل یونیورسٹی نہیں جاسکتی تو مطلب میں دوسروں کی زندگی کو بھی بے سکون نہیں کرسکتی۔تو کیوں نا آج تمہارا دن بے سکون کیا جائے۔"

وہ مسکرائی کھلے دل سے۔آنکھوں میں شرارت ناچ رہی تھی اب

" جیمز اینڈ پیٹر۔" نظریں جے پر رکھے ہی اس نے دو ملازموں کو پکارا۔جو جن کی طرح حاضر ہوئے۔۔

جے نے دیکھا تو ایک کے ہاتھ میں بالٹی تھی جب کے دوسرے نے پانی کا پائپ پکڑ رکھا تھا۔۔

جے کا ماتھا ٹھٹکا۔۔

" اٹیک گائز۔۔"اپنے فون پر کیمرہ کھولتے ہوئے اسنے کہا اور خود تھوڑی پیچھے ہو کر ویڈیو بنانے لگی۔

" جیمز نے پانی کا پیپ جے کی طرف موڑا تو لمحوں میں وہ بھیگا۔

مسئلہ پانی کا نہیں تھا گرمیوں میں بھلا پانی سے کسی کو کیا مسئلہ ہو سکتا تھا۔مسئلہ مسلسل پانی کا تھا۔

اب منظر کچھ یوں تھا کہ آگے آگے جے بھاگ رہا تھا پیچھے پیچھے جیمز پانی کا موٹا پائپ لیے اس کے پیچھے بھاگ رہا تھا۔

پیٹر اور راعنہ کھڑے ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو رہے تھے۔

" رک جاؤ جے۔۔ایک قدم آگے نہیں۔"

جب جے بھاگتا ہوا واپس ان کے پاس آیا تو راعنہ نے کہا تو مجبوراً جے کو رکنا پڑا۔

مسلسل پانچ منٹ تک جیمز اس پہ پانی ڈالتا رہا۔جے اب نہ تو بھاگ سکتا تھا اور نہ ہی کچھ بول سکتا تھا۔

" رکو جیمز اب پیٹر کی باری۔۔"راعنہ نے ہنستے ہوئے جیمز کو رکنے کا کہا۔

جے نے چہرے سے پانی صاف کر کے مشکلوں سے آنکھیں کھولتے ہوئے راعنہ کو دیکھا۔

" م میم۔دوبارہ آپکو اپنی تعریف کی علاوہ میرے منہ سے کوئی حرف نہیں سننے کو ملے گا۔پلیز بس۔" کپکپاتے ہوئے اس نے التجا کی۔

"مجھے خوشامد زہر لگتی ہے جے۔ میٹھی چھریوں کو میں زنگ آلودہ کرنے میں لمحہ نہیں لگاتی۔"پیٹر کو اشارہ کرکے وہ جے سے مخاطب ہوئی۔

گاڑی میں بیٹھے انتظار کرتے ڈرائیور نے نفی میں سر ہلایا۔

مالی نے بھی افسوس سے جے کی حالت کو دیکھا۔۔

پیٹر کو جیسے ہی اشارہ ملا تو اس نے چینی اور میٹھے شربت والی برف جے پر انڈیلی۔

جے کے پورے جسم میں کپکپی پیدا ہوئی۔

منہ جلدی سے بند کیا۔جس میں میٹھی برف کا ذائقہ گیا تھا۔

اسے سردی لگ رہی تھی حد سے زیادہ۔۔

دوبارہ برف سے منجمد ہوتے ہاتھوں سے چہرہ صاف کیا۔آنکھیں کھولیں تو نظر سیدھا پیٹر کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے پیکٹ پر پڑی۔

"نہی۔۔۔نہیں۔پیٹر میں تمہاری جان لے لوں گا۔دور ہٹاؤ مجھ سے یہ پیکٹ۔"جے وحشت زدہ ہوکر چلایا۔

" جان تو تمہاری میرے ڈیڈ لیں گے جے لیکن اس سے پہلے تمہیں سبق راعنہ ڈیوڈ سیکھائے گی" راعنہ کے چہرے میں پہلی بار جے نے سنجیدگی دیکھی۔ناسمجھی سے اسے دیکھا۔۔

"میں راعنہ ڈیوڈ ہوں جے میرے دوست نہیں ہیں صرف دشمن ہیں اور میری نظر ہر وقت میرے دشمنوں پر ہوتی ہے۔اور راعنہ ڈیوڈ اپنے اپنوں سے زیادہ اپنے دشمنوں کو قریب رکھتی ہے۔۔"چہرے پہ سنجیدگی تھی لیکن لہجہ بالکل سادہ۔

کہتے ساتھ ہی اپنا رخ گاڑی کی طرف موڑا۔۔

جبکہ وہ جو دم سادھے اسے سن رہا تھا چونکا۔

پیٹر نے پیکٹ کھول کر ساری چونٹیاں اس کے اوپر چھوڑ دیں۔

ساتھ ہی اسے رسیوں سے باندھا۔

اس نے اپنے باس کو ہزاروں لعنتوں سے نوازا جو ڈیوڈ کا دشمن تھا۔جس کے کہنے پر وہ ڈیوڈ کے گھر جاسوسی کرنے آیا تھا۔

چیونٹیاں اس کے جسم پر اپنا گھر سمجھ کر تفریح کر رہی تھیں۔اس کے جسم کو کاٹ رہی تھیں لیکن اس کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے۔اس نے راعنہ کو آواز دینے کے لیے منہ کھولا تو پیٹر نے اس کے منہ پر ٹیپ لگا دی۔

راعنہ مزے سے آکر گاڑی میں بیٹھی۔۔

ویڈیو واٹس اپ پر فیملی گروپ میں شئیر کی اور ساتھ لکھا۔۔

"کیا کہا تھا ڈیڈ ؟ محض ایک دن میں آپکے دشمن کی طرف سے بھیجا گیا لوزر ڈھونڈ نکالوں گی۔

یہ رہا وہ ایڈیٹ دو دن لگ گئے البتہ۔۔"ہنسنے والے ایموجی کے ساتھ۔

"میرا انعام کیا ہو گا میں واپسی پر بتاؤں گی" دوسرا میسج بھی ساتھ بھیجا۔

ایک منٹ بعد اسے سیلینا کا میسج وصول ہوا۔

"تم ابھی تک یونیورسٹی نہیں گئی ؟" ساتھ غصے والا ایموجی بھی تھا۔۔

" مجھے ہر کام میں دیر کرنا پسند ہے سیلنا ڈیوڈ۔۔"اور پھر موبائل بند کر کے نئے کسی منصوبے میں اپنے آپ کو گم کرلیا۔

" آپ کا نام راعنہ ڈیوڈ نہیں راعنہ ڈیول ہونا چاہئے تھا" جے کے منہ سے آخری نکلنے والا جملہ یاد کر کے وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑی۔۔

بیک ویومرر سے ڈرائیور نے اسے تاسف سے دیکھا۔

ڈیڑھ گھنٹہ کیسے گزرا دیوار سے ٹیک لگائے سبیکا کو کچھ معلوم نہ ہوا۔۔

وہ اس دنیا میں تھی ہی کب۔۔وہ کہیں دور کسی اور دینا میں کسی اور جہاں میں کسی اور وقت میں تھی۔

اماں کی آواز نے اسے واپس اسی دنیا میں لا پٹخا۔

وہ تیزی سے اٹھی اماں اسی کے کمرے میں آرہی تھیں۔

کال اب نہیں آرہی تھی۔

مڈل کلاس گھرانوں میں پرائیویسی نہیں ہوتی۔

اس معاملے میں امیر اور غریب طبقہ ٹھیک رہتے ہیں۔

غریبوں کے پاس پرائیویسی جیسی ثانوی چیزوں کو سوچنے کا وقت نہیں ہوتا۔جبکہ امیروں کے پاس پرائیویسی اتنی ہوجاتی ہے کہ وہ اس سے گھبرانے لگ جاتے ہیں۔

جلدی سے چہرے سے آنسوؤں رگڑے اور باتھروم کی طرف بڑھ گئی۔

اندر آتے ہی کنڈی لگا لی۔وہ اس حالت میں اپنی ماں کا سامنا نہیں کرسکتی تھی۔۔

مائیں بڑی تیز ہوتی ہیں وہ اپنے بچوں کو پہچان لیتی ہیں۔

"سبی؟ کہاں ہے تو ؟ اوپر سے صالحہ آواز دے رہی ہے۔" اماں باہر کمرے میں کھڑی اسے پکار رہی تھیں۔

وہ جلدی سے سنبھلی۔۔

"اماں واشروم میں ہوں، آتی ہوں"

آنسوں جو ایک بار پھر ماں کی آواز سن کے باہر آنے کو بے چین تھے۔بہنے کو مشکلوں سے روک کر وہ گویا ہوئی۔

اماں بنا کچھ جواب دیے کمرے سے نکل گئیں۔

وہ بیسن کے سامنے آئی۔

شیشے میں اپنا عکس دیکھا۔۔آنکھیں رو کر سرخ ہورہی تھیں۔تھوڑی سوج بھی چکی تھیں۔

چہرے کی ہوائیاں اڑی ہوئی تھیں۔

نل کھول کے منہ پہ پانی ڈالنے سے آنکھوں میں جلن ہوئی۔

لیکن وہ بنا رکے دھوتی رہی۔

پانچ منٹ بعد وہ باہر آئی۔۔

ڈرتے ڈرتے قدم فون کی طرف اٹھائے۔جیسے ہی بیڈ کے قریب پہنچی موبائل ایک بار پھر سے رنگ ہونا شروع ہوا۔وہ ایک دم ڈر کے اچھلی۔۔

موبائل پہ کال کرنے والے کا نام نہیں نمبر جگمگا رہا تھا۔

سفید چہرہ مزید سفید پڑنے لگا۔

مرے مرے قدم اٹھاتی فون کے نزدیک آتے فون اٹھایا اور آف کردیا اور پھر بیڈ پر پھینک کے لمبے لمبے گہرے سانس لینے لگی۔

تین سال پہلے کا وقت آنکھوں کے سامنے آنے لگا۔۔سورج کی یہ دھوپ لاہور کے بجائے کراچی پر پڑنے لگی۔

کراچی کے ایک مال میں۔۔اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے دھوپ چھپ گئی اور اندھیرے نے مال کو اپنے قبضے میں لیا۔۔

سبیکا افراز بھی وقت کے پنوں کے ساتھ سفر کرتی تین سال پہلے کے وقت میں آگئی۔

رات کا وقت تھا لیکن کراچی رات میں بھی ایسے جگمگاتا تھا کہ رات کا گمان تک نہ ہوتا تھا۔

آسمان پر چاند نظر آتا تھا جس کی چھے یا سات تاریخ تھی غالباً۔

لکی ون مال کے اندر اس وقت سبیکا کھڑی بیزاری سے ارد گرد دیکھ رہی تھی۔

کراچی آنے کا خاص مقصد کزن کی شادی تھا۔جو ہفتے بعد تھی۔ابھی بھی وہ کزنز کے ساتھ آئی تھی۔۔جب ہر کوئ اپنی شاپنگ کرنے کے لئے ایک دوسرے سے الگ ہوا تو وہ بھی ایک الگ کونے میں کھڑی ہوگئ۔

اس کی شاپنگ زیادہ تر اماں کرتی تھیں ، وہ بس اپنی رائے دیتی تھی کہا یہ چیز اسے پسند آئی ہے یا نہیں۔

دفعتاً اسے جھٹکا لگا۔۔تو وہ زور سے نیچے فرش پہ گری۔

" آپ ٹھیک ہیں میڈم ؟ "گرنے سے گھٹنے دونوں زور سے زمین پر لگے تھے اور درد ایسا اٹھا کہ الامان ۔۔آنکھیں تیزی سے بھیگیں۔۔جب کسی کی آواز آئی تو اس نے سر اٹھا کے اوپر دیکھا۔۔

بڑی سی سیاہ چادر میں خود کو چھپائے بھیگیں آنکھوں میں غصہ بھی تھا۔۔

مقابل ایک لمحے کو ٹھٹکا۔۔

پیتے آنسوں کے ساتھ وہ اسے نظر انداز کیے کھڑی ہونے لگی۔۔

پہلے ارد گرد دیکھا تو کوئی اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

دل میں شکر ادا کیا۔۔

گرنے والے کو گر کر لگنے سے زیادہ لوگوں کا دیکھنا شرمندگی میں مبتلا کرتا ہے۔

گھٹنے جو دونوں بڑی زور سے فرش پہ لگے تھے اس طرح کھڑے ہونے سے بڑی طرح دکھے۔۔

ایک پل کو سر چکرایا۔گرنے والی تھی جب سامنے والے نے تھاما۔۔

سبیکا بڑی طرح گھبرائی۔۔ایک دم درد کے باوجود سیدھی کھڑی ہوگئی۔اور مقابل کا بازو خود کی کلائی سے چھڑانا چاہا۔۔

"جھانسی کی رانی بننے کی ضرورت نہیں ہے میڈم آپ کو، آئیں میں آپ کو جہاں جانا ہے چھوڑ دیتا ہوں ایسا نہ ہو پھر چکرا کے گریں۔"مقابل نے دوسرے ہاتھ سے اس کا ہاتھ پرے کیا اور سختی سے اسے تھاما۔

" میرا بازو چھوڑیں۔میں خود چلی جاؤں گی۔پہلے گراؤ پھر مدد کو آجاؤ۔"سبیکا گھبرائے ہوئے سی بولی۔ آخری الفاظ ہلکے سے بڑبڑائے۔۔

پہلی دفعہ ایسے حالات کا سامنا کرنا پڑا تھا۔۔

وہ تو اپنے باپ سے بھی کم گفتگو کرتی تھی کجا کہ کوئی ایسا مرد جسے وہ جانتی بھی نہ ہو۔۔

مقابل کے چہرے پہ مسکراہٹ اس بات کی گواہ تھی کہ اس نے اس کی بڑبڑاہٹ سن لی ہے۔۔

"جان بوجھ کے نہیں گرایا میری نظریں فون پر تھی۔۔اور غلطی بھی آپ کی ہے آپ دروازے کے بالکل سامنے کھڑی ہیں جو بھی شخص اندر داخل ہوتا آپ سے یونہی ٹکراتا۔۔"مقابل نے اپنے قدم آگے بڑھائے۔۔ہاتھ ہنوز اس کے بازو پر تھا۔۔

"آپ کو سمجھ نہیں آرہی میں کیا کہہ رہی ہوں ، میرا بازو چھوڑیں۔میں گروں یا مروں اس سے آپکو کوئی فرق نہیں پڑنا چاہیئے۔۔"آنسوں ایک دم تھم چکے تھے اس کی جگہ ناگواری اور غصّے نے آنکھوں کا رخ کیا تھا۔

اونچی آواز میں وہ پہلی دفعہ یوں کسی انجان سے بولی تھی۔۔

اس کی اس طرح چلانے پر لوگ ان کی طرف متوجہ ہوئے۔۔

مقابل کے چہرے میں بھی سختی در آئی۔

"اپنی آواز نیچے رکھو مجھے اونچی آواز میں بولنے والے لوگ زہر لگتے ہیں۔۔"دانت پہ دانت جمائے اس نے سختی سے کہا۔۔

تنگ آکر سبیکا نے گھما کے دائیاں ہاتھ اٹھایا اور مقابل کے چہرے پہ نشان چھوڑ گیا۔۔

****

جاری ہے